میاں عبدالرشید

# جولانگہِ حیات

جس سمت کو چاہے صفتِ سیلِ رواں چل
وادی یہ ہماری ہے وہ صحرا بھی ہمارا (اقبالؒ)

حسن اور اظہار لازم و ملزوم ہیں۔ اظہارِ حسن ہی کا دوسرا نام تخلیق ہے۔ چونکہ حسن مطلق "الحق" اور "خیر" ہے اس لئے اس کی تخلیق بھی بامقصد اور پرافادیت ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

حسن مطلق نے اپنے جذبۂ اظہار کے ماتحت یہ کائنات تخلیق فرمائی جو حسین، پراز حکمت، بامقصد اور منفعت بخش ہے۔ ہر انسان اس کے حسین آغوش میں آنکھ کھولتا ہے۔ اس کے شفقت آمیز ماحول میں اپنی غذا اور صلاحیتوں کو پروان چڑھاتا ہے۔ اور پھر یہیں اپنی قوتوں کو بروئے کار لاکر اپنی صلاحیتوں کو جلا دیتا اور انہیں پختہ کرتا ہے۔ اس کے لئے دن ہنگامہ آرائیوں کے پیغام لاتے ہیں اور راتیں سکون آفرینیوں کا۔ ہر روز ایک نئی اور حسین صبح اس کی پیشوائی کے لئے موجود ہوتی ہے۔ ہر چاشت اسے دعوتِ عمل دیتی ہے ہر دوپہر اسے ترقی کے نصف النہار کی طرف بلاتی ہے اور ہر شام اپنی تمام رنگینیوں کے ساتھ اسے رخصت کرنے آتی ہے تاکہ رات کو وہ آرام کرکے اگلی صبح کے لئے پھر تیار ہو جائے۔

انسان باہر نکلتا ہے تو پھول اس کے لئے جنتِ نگاہ بنتے ہیں۔ درخت اس کے لئے سائے کا سامان ہی مہیا نہیں کرتے بلکہ اپنے پھل بھی اس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ حیوانات سواری کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں۔ بلند پہاڑ اس کی تعظیم کے لئے ایستادہ ہوتے ہیں۔ ندیاں

اس کی آمد کی خوشی میں ناچتی اور گاتی ہیں۔ پرندے اپنے دل آویز نغموں سے اس کے لئے فردوس گوش بنتے ہیں۔ دن کے وقت اسے سورج قوت، روشنی اور حرارت مہیا کرتا ہے۔ رات کے وقت چاند اپنی سیج سجاتا ہے تاکہ وہ تنہائی محسوس کرے۔ تارے جھلمل جھلمل کرتے ہیں آسمان بلندی سے نیچے اتر کر فضائی کورنش بجا لاتا ہے۔ برسات میں گھنگھور گھٹائیں اٹھتی ہیں بارشیں ہوتی ہیں۔ مردہ ہانپتی زمین میں گویا نئے سرے سے جان پڑ جاتی ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ پھیل جاتا ہے۔ پھر خزاں بہار کا راستہ صاف کرنے کے لئے آجاتی ہے اور اپنے ساتھ یخ بستہ ہوائیں لاتی ہیں۔ سفید اجلے برفانی مناظر روح کو نئے احساس سے روشناس کراتے ہیں۔ اس کے بعد بہار ایک اور ہی شان سے جلوہ گر ہوتی ہے۔ پھولوں کے فرش بچھ جاتے ہیں۔ پھلوں کے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔ پھر جھلسا دینے والی گرمی اور سخت لوئیں اور پھر وہی حیات بخش برسات۔

ہر موسم کا نیا منظارہ ہوتا ہے اور نیا پھل تاکہ انسان اکتاہٹ محسوس نہ کرے۔

موجودہ سائنس بھی باوجود اس قدر ترقی کے کائنات کی تخلیق کا معمہ تیقن سے حل نہیں کر سکی۔ البتہ سائنس نے اس کے متعلق کچھ نظریے قائم کر رکھے ہیں جن کا ذکر یہاں بیجا نہ ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں، آج سے اربوں برس پہلے وجود میں آئی تھی لیکن باوجود اتنی عمر کے ہماری زمین باقی اجرام سماوی کے مقابلہ میں ابھی بالکل بچہ ہے اور نوعِ انسان کا وجود اس پر یوں سمجھئے جیسے وہ صرف چند منٹ پیشتر پیدا ہوئی ہے۔ کیونکہ زمین کی پیدائش سے لاتعداد کھرب سال پہلے یہاں اجرام سماوی موجود تھے۔

مگر کائنات کے متعلق ہمارے جدید سائنس دان بہ ضرور یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ ازلی ابدی نہیں۔ بلکہ محدود زمان کے اندر اس کی ابتدائی ہوئی اور اسی طرح ایک وقت یہ ختم بھی ہو جائیگی۔ نیز یہ یونہی خود بخود وجود میں نہیں آگئی۔

---

لہ۔ سر جیمز جینز۔ جدید عقائد کے متعلق اشارات صفحہ ۷۶ تا ۷۷۔

کائنات کی وسعت ذہن کو مبہوت کر دیتی ہے ــــ فضا میں جگہ جگہ کہکشاں کی قسم کے بے اندازہ حجم کے "کائناتی جزیرے" ہیں۔ ان کائناتی نظاموں سے زیادہ بڑی چیز ابھی تک سائنس کے مشاہدے میں نہیں آئی ــ یہ "کائناتی جزیرے" الگ الگ نظام ہیں جن کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارا سورج ایک ایسے ہی عظیم ترین نظام کا جزو ہے جسے ہم "کہکشانی نظام" کہتے ہیں۔ اس نظام میں کروڑوں ستارے ہیں جو ایک دوسرے کے گرد گھومتے ہیں اور فضا میں ایسے کروڑوں نظام موجود ہیں اور نئے نظام وجود میں آ رہے ہیں بالفاظ دیگر یہ وسیع و بسیط کائنات ہر دم وسعت پذیر ہے۔ (وانا لموسعون) ہمارے اس کہکشانی نظام میں سورجوں اور سیاروں کے علاوہ گیس کی طرح کے "نیبولے" بھی موجود ہیں جن سے ان اجرام سماوی کا درمیانی خلا پر ہے۔ کہیں کہیں یہ بادل سا گیس بالکل لطیف ہے، کہیں اس کی موٹائی زیادہ ہے کہیں یہ اس قدر شفاف و درخشاں ہے کہ اس کے اندر سے ستارے نظر آتے ہیں اور کہیں یہ بالکل سیاہ پردے کی مانند ہے۔

ہمارے اس کہکشانی نظام سے باہر بھی بے اندازہ حجم کے کروڑوں "نیبولے" موجود ہیں جو ہر دم گھومتے رہتے ہیں ان میں سے ہر ایک سے اوسطاً ہمارے سورج جیسے کروڑوں سورج بن سکتے ہیں (یاد رہے کہ ہمارا سورج ہماری زمین سے ۱۲ لاکھ ۸۰ ہزار گنا زیادہ بڑا ہے۔) غالباً یہ دھوئیں جیسے "نیبولے" ہی ان تمام سورجوں ستاروں اور سیاروں کے ماں باپ ہیں۔ ان نیبولاؤں کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ بجلی کے ان ذرات کے ملنے سے وجود میں آئے ہیں جنہیں ہم الیکٹران اور پروٹان کہتے ہیں اور جنہیں ہم ابھی تک پوری طرح سمجھ نہیں سکے کہ وہ وجود ہیں یا توانائی یا نور۔ الیکٹران ابھی تک ہمارے لئے ناقابل فہم ہیں۔ ہم ان کی حقیقت کو کسی معلوم شے سے تشبیہہ نہیں دے سکتے۔

خیال کیا جاتا ہے کہ پہلے پہل یہی ننھے مثبت اور منفی برقی ذرات ظاہر ہوئے جو خاموشی اور بسیط فضا میں کروڑہا برس تک ایک دوسرے سے دور دور گھومتے پھرتے رہے۔ پھر

ان میں سے بعض ایک دوسرے کے قریب ہوتے۔ ان کے اکٹھے ہونے سے اور برقی ذرات بھی ان سے ملتے گئے۔ پھر ان سے "کائناتی جزیرے" ظہور میں آئے۔ جن کا کچھ ذکر اوپر آچکا ہے۔ پھر یہ "کائناتی جزیرے" کسی طرح گھومنے لگے۔ پھر ان میں تقسیم ہوئی۔ پہلے ستاروں کے جھرمٹ بنے۔ پھر ستارے اور پھر ستاروں سے روشنی ظہور میں آئی اس طرح ان "کائناتی جزیروں" میں سے ہر ایک اربوں ستاروں کا نظام بن گیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دھوئیں کے سے گھومنے والے "نیبولا" ایسی قوتوں کے مراکز ہیں جن کے متعلق ہم بالکل کچھ نہیں جانتے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان مراکز پر ہر وقت مادہ تیار ہوتا رہتا ہے۔ ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ غالباً یہ مادہ کسی بالکل بیرونی فضائی بعد سے یہاں ڈالا جا رہا ہے۔

زمین کا سورج کے گرد گھومنا تو عرصہ سے ثابت تھا۔ مگر اب جدید تحقیقات کے مطابق ہمارا کہکشانی نظام بھی جس میں ہمارے نظامِ شمسی جیسے لاکھوں اور نظامِ شمسی ہیں فضا میں گھوم رہا ہے۔

والشمس تجری لمستقرٍ لھا ..... (یٰس)

حیرت کی بات ہے کہ اتنے اتنے بڑے اجرام سماوی اس قدر زیادہ تعداد میں ہیں مگر سب اپنے اپنے مداروں پر اس قدر باقاعدگی سے گھوم رہے ہیں کہ کہیں کوئی تصادم نہیں لا الشمس ینبغی لھا ان ——— (یٰس) لطف کی بات یہ ہے کہ ان تمام سیاروں کی اپنے اپنے سورجوں کے گرد گردش ایک ہی سمت سے ہے اور یہ وہی سمت ہے جس سمت وہ اپنے اپنے محور کے گرد گردش کر رہے ہیں۔ نیز ان سب کے مدار تقریباً بیضوی ہیں۔

ہمارا سورج ایک معمولی سیارہ ہے ——— نہ بہت بڑا نہ بہت چھوٹا۔ ہمارے کہکشانی نظام کا سب سے بڑا معلوم سورج ہمارے سورج سے کئی لاکھ گنا زیادہ روشنی اور حرارت پیدا

کر رہا ہے۔ اب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ سورج بڑے بڑے دخانی کرے ہیں جو ۸۵ فیصد ہائیڈروجن اور ۱۵ فیصد ہیلیم سے مرکب ہیں۔ اگرچہ ان میں دیگر عناصر کے اثرات بھی پائے جاتے ہیں۔ پہلے نظریہ یہ تھا کہ آج سے کروڑوں برس پہلے ہمارے سورج کے قریب سے یعنی لاکھوں میل کے فاصلہ سے کوئی بہت بڑا ستارہ گزرا تو اس سے ہمارے سورج کی شعلہ افشاں دھکتی ہوئی سطح پر طوفانی لہریں اٹھیں جو بعد میں سیاروں کی صورت میں فضا کے اندر اسی سورج کے گرد چکر کاٹنے لگیں۔ اور اس طرح ہمارے نظام شمسی کے وہ سات مشہور ستارے پیدا ہوئے جنہیں ہر کوئی جانتا ہے یعنی مشتری زہرہ، زمین، مریخ، زحل، عطارد، دینس اور نیپچون ـــ سات آسمان اور زمین جو ان جیسی ہے۔
مگر اب یہ کہا جاتا ہے کہ سورج کے گھومنے کے دوران فالتو "نیبولائی" مادے اکٹھے ہو کر ان سے مختلف سیارے بن گئے۔

ہر قسم کا مادہ بالآخر ایٹموں یا ذرات میں تبدیل ہو سکتا ہے اور ہر ذرہ یا ایٹم ان ننھے نظر نہ آنے والے برقی اجزا سے مرکب ہے جنہیں ہم الیکٹران اور پروٹان کہتے ہیں۔ گویا ذرے اور ستارے ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں۔ بقول اڈنگٹن ستاروں کے متعلق اہم معلومات ذروں سے حاصل ہوتی ہیں اور ذروں کے متعلق ستاروں سے۔

یہ کائنات اب تک سائنس نے اسے جو کچھ سمجھا تھا اس سے کہیں زیادہ پُراسرار نکلی ہے۔ کائنات کے بڑے بڑے کرے جو ہماری زمین سے لاکھوں گنا بڑے ہیں اور چھوٹے سے چھوٹے ذرات جو طاقتور خوردبینوں کے بغیر نظر نہیں آ سکتے دونوں صورتوں میں ان کے حجموں اور رفتاروں نے سائنسدانوں کو حیرت زدہ کر دیا ہے۔ کیونکہ دونوں نوعیت کے اعتبار سے ایک ہی ثابت ہوتے ہیں ع

لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرے کا دل چیریں

ابتدا میں سائنس نے اپنی پوری عمارت مادے کی مادیت پر کھڑی کی تھی اور اسی بنا پر مذہب اور روحانیت پر سخت حملے کئے تھے جن کی تاب نہ لا کر اس وقت مذہب نے تقریباً تمام

محاذوں پر پسپائی اختیار کرلی اور اب تک پسپا ہوتا جارہا ہے۔ اس کا بڑا سبب تو خود مذہبی لوگوں کی روحِ مذہب سے بیگانگی اور اخلاقی زوال اور عملی بے راہ روی تھی۔ مگر سائنس کے ابتدائی نظریات نے بھی مذہب کے زوال کی اس رفتار کو تیز تر کرنے میں اہم حصہ لیا اور نئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے ذہنوں کو مذہب اور روحانیت کے خلاف خیالات سے بھر دیا یہاں تک کہ وہ ان چیزوں کو غیر حقیقی سمجھ کر ان کا مذاق اڑانے لگے اور انہوں نے اپنی زندگی کو ان سے بالکل الگ تھلگ کرلیا۔ مگر اس پر ابھی پورے سو برس بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ ایک طرف روحانیت سے خالی اور مادیت پر مبنی معاشرہ کی عملی مشکلات اور برائیوں نے لوگوں کو زندگی کے بارہ میں اپنے مادی طرز عمل کے متعلق دوبارہ غور کرنے پر مجبور کیا اور دوسری طرف سائنس جوں جوں حقیقت کی تلاش میں آگے بڑھی اس پر ایسے نئے حقائق منکشف ہوتے گئے جنہوں نے اس کی پہلی قائم کردہ عمارت کی بنیادیں ہی ختم کر دیں۔ یہاں تک کہ خود مادہ کی "مادیت" ختم ہو کے رہ گئی۔ کیونکہ بالآخر تمام مادی اشیاء یعنی ٹھوس مائع اور گیس الیکٹرانوں اور پروٹانوں کے مختلف تناسب کی ترکیب اور ترکیب در ترکیب کا نتیجہ نظر آئیں۔ بالفاظ دیگر "مادہ" اپنی آخری حیثیت میں محض برقی قوت رہ گیا۔

آئن سٹائن کے نظریۂ اضافیت نے زمان اور مکان کو ان کے علاحدہ علاحدہ وجود سے محروم کر دیا۔ مادہ ٹھوس نہیں۔ مکان خالی نہیں۔ زمان واقعات سے باہر کی چیز نہیں بلکہ ان کے ساتھ وابستہ ہے زمان اور مکان ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں اور یہ دنیا تین ابعاد کی نہیں چار ابعاد کی دنیا ہے اور یہ جوئے آب کی طرح مسلسل نہیں بلکہ زنجیر کی طرح مختلف کڑیوں سے مرکب ہے اور یہ کڑیاں واقعات ہیں اشیاء نہیں۔

کوانٹم تھیوری سے جامد اسباب و نتائج کا نظریہ بالکل باطل ہو گیا۔ ورنہ اب تک سائنسدانوں کا اسباب و نتائج پر اس قدر پختہ ایمان تھا کہ بعض لوگوں نے انسانیت کے مستقبل کی بالتفصیل تاریخ مرتب کرنے کا بھی دعویٰ کر دیا تھا۔ کیونکہ ان کے نزدیک انسان مجبور محض اور اسباب کا

پابند تھا۔ کوانٹم تھیوری کے مطابق توانائی مسلسل طور سے نہیں پھیلتی بلکہ چھوٹے چھوٹے پیکٹوں کی صورت میں پھیلتی ہے جو ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں۔ اور روشنی توانائی کے چھوٹے چھوٹے پیکٹوں سے مرکب ہے۔ گویا روشنی بیک وقت جوتے ذرات بھی ہے اور لہروں کا سلسلہ بھی مسلسل بھی ہے اور منفصل بھی۔ اس لیئے وہ اس مکان و زمان کی چیز نہیں بلکہ ان سے ماورا ہے۔

گویا اب سائنس کے "مادیت" اور "جبر" کے پرانے نظریات باطل ہو چکے ہیں۔ بقول اڈنگٹن یہ ظاہری دنیا ذہنی (یا روحانی) تخلیق ہے مگر اس کا تعلق کسی نامعلوم ذات سے ہے جو ہمارے تصور کے بغیر آزادانہ قائم ہے اور مادہ اسی نوعیت کی چیز ہے جیسے خیالات احساسات اور جذبات۔

مادیت پر آخری ضرب اس نظریہ نے لگائی کہ کائنات میں توانائی کی مجموعی مقدار قائم رہتی ہے۔ اور چیزوں کی مختلف حالتیں بدلنے سے اس پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ جے ایس۔ ہالڈین نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ "آخری حقیقت روحانی حقیقت ہے اور ہمارے انفرادی اذہان کسی نہ کسی طرح ایک کل کائناتی ذہن سے متعلق ہیں"۔ یہ وہی بات ہے کہ ہر انسان کے اندر اللہ کی روح میں سے پھونکی ہوئی روح ہے۔ گویا جدید سائنس نے حق تعالیٰ کا وجود بھی تسلیم کر لیا۔ کوئی انہیں کل کائناتی ریاضی دان کے ذہن سے موسوم کرتا ہے۔ اور کوئی اسے کل کائناتی فنکار کے ذہن سے اور کوئی ان سب کے مجموعہ سے۔ سائنس کے ان نظریات نے زندگی کو نئے معانی پہنا دیئے ہیں اور جدید سائنس کی نئی تحقیقات اسے اعلیٰ مذہب یا دین سے بہت زیادہ قریب لے آئی ہیں۔

اب جب مادہ ہی بالآخر روحانی چیز نکلا تو اس پر مبنی نظریۂ حیات جسے ہم مادیت کہتے تھے وہ بھی جعلی نکلا جیسا کہ اس کے علمی نتائج سے پہلے ہی ظاہر ہو چکا ہے۔ اس سے مادیت پر بالعموم اور مادیت پر مبنی نظریاتِ حیات جیسے نیشنلزم اور کمیونزم پر بالخصوص کاری ضرب لگے

گی۔ بیشتر طبقہ نے علمبرداران مذہب سائنس کے جدید نظریات سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ روح مذہب کو اپنائیں۔ اور اسے اپنے اخلاق و اعمال میں زیادہ سے زیادہ جلوہ گر ہونے دیں۔ اب تک تو یہ طرفہ تماشا دیکھنے میں آرہا ہے کہ بعض علمبرداران مذہب اپنی کم علمی کی بنا پر جدید سائنس سے دور بھاگ رہے ہیں اور بعض دوسرے لوگ جو اپنے آپ کو تجدد پسند یا ماڈرن کہتے ہیں سائنس کے انہی پرانے نظریات کو جو باطل ہو چکے ہیں سامنے لاکر ان سے مذہب اور روحانیت کی مخالفت کرتے ہیں اور نیشنلزم اور کمیونزم کے فرسودہ اور غیر حقیقی نظریات کو آگے لاتے ہیں اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ سائنس کے پرانے باطل نظریات کے یہ پرستار الٹا اپنے آپ کو روشن طبع اور دوسروں کو رجعت پسند گردانتے ہیں اور عام نیم تعلیم یافتہ ان کے اس دعویٰ پر ایمان لے آتے ہیں۔ اب تک یہ واضح ہو چکا ہو گا کہ سائنس اور مذہب کائنات کی وضاحت کے دو متبادل طریقے ہیں اور یہ ایک دوسرے کے متناقض نہیں۔ جدید سائنس مذہب کی دشمن نہیں بلکہ اس کی معاون اور مددگار ہے۔ بقول جیمز جینز انسان کو اپنے آپ کو سمجھنے سے پہلے کائنات کو سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ بقول ہالڈین کائنات کو سمجھنے کے عمل میں ہم گویا خالق کائنات کے افکار سے دوچار ہوتے ہیں۔ جدید سائنس دان کائنات کو ایک عظیم مشین کی نسبت ایک عظیم فکر سے زیادہ مشابہ سمجھتے ہیں۔

زمین جب پہلے پہل وجود میں آئی تو یہ گرم تھی ـــــ سخت گرم اور اس پر زیادہ تر دھواں پھیلا ہوا تھا۔ جوں جوں زمین کی گرمی کم ہوتی گئی تو دھواں پانی میں تبدیل ہوتا گیا۔ زمین ٹھنڈی ہو کر آہستہ آہستہ سخت ہوتی گئی۔ اس عمل میں کئی ہزار برس لگ گئے ہوں گے۔ کہتے ہیں اسی زمانہ میں جب زمین پر سخت گرم سے ٹھنڈا ہونے کا عمل جاری تھا اس سے ایک ٹکڑا علاحدہ ہوا جو چاند کہلایا۔ اس زمانہ میں زمین پر نہ تو کوئی نباتات تھی اور نہ زندگی کے کوئی اور آثار ـــ ایک بسیط خاموشی تھی جیسے ہواؤں کی سائیں سائیں اور مہیب بنا رہی تھی۔ البتہ باہر کا خول ٹھنڈا ہو جانے سے زمین کے چھلکے اور اندرونی حصہ کے درمیان ضرور کچھ خلا سا ہو

گیا تھا جس سے کہیں چٹانیں کہیں پہاڑیاں کہیں وادیاں اور کہیں پانی کے وسیع قطعات ظہور میں آرہے تھے۔ پہاڑوں میں دراڑیں پڑتی گئیں۔ چٹانیں ٹوٹتی گئیں۔ میدان بنتے گئے۔ کئی ہزار برس تک ان آوازوں کے علاوہ زمین پہ اور کوئی آواز نہ سنی گئی۔ صرف طوفان اٹھتے۔ بجلیاں کڑکتیں آندھیاں چلتیں۔ اور سمندری لہریں شور مچاتیں۔ وقت گذرتا گیا۔ کروڑوں برس بعد یہاں سمندروں کے کنارے ابتدائی نباتاتی زندگی نمودار ہوئی۔ پھر کہیں گندے پانیوں میں حیات کا پہلا خلیہ (امیبا) وجود میں آیا۔ نباتات کی ترکیب بھی انہی منفی اور ثباتی ذرات برقیہ سے ہوئی جن سے بعد میں انسانوں کی اور اس سے پہلے ستاروں کی تخلیق ہو چکی تھی۔ شاید اسی لئے ایک جگہ انسانی زندگی کے متعلق یہ فرمایا:

"کہ تمہیں زمین سے نباتات کی طرح اگایا گیا ہے"۔

پھر زمین پر قسم ہا قسم کی نباتات — بڑے بڑے درختوں کے گھنے جنگلات اور پانیوں میں قسم ہا قسم کے حیوانات جیسے مچھلیاں وغیرہ وجود میں آئے۔ کئی ہزار برس اور گذر گئے پھر ایک طرف نباتات میں اعلیٰ قسم کے خوشنما پھول نمودار ہوئے اور دوسری طرف حیوانات میں پرندے دودھ پلانے والے جانور اور رینگنے والے اژدہے وغیرہ، اس وقت تک ابھی موسم خزاں وجود میں نہیں آیا تھا۔

اس کے کئی ہزار برس بعد حیات کی برتر نباتاتی اور حیوانی صورتیں ظاہر ہوئیں مگر ابھی تک زمین آسمان سے خالی تھی۔

جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق تمام کائنات میں غالباً صرف زمین پر ایسے حالات ہیں جو انسان جیسی ذی عقل زندگی کے لئے موزوں ہیں۔ ممکن ہے بعض اور سیاروں مثلاً مریخ پر بھی حیات کی کوئی صورت موجود ہو مگر اب تک جو تحقیقات ہوئی ہیں ان کے مطابق وہاں حیات زیادہ سے زیادہ نباتاتی صورت تک ارتقا پذیر ہو سکتی ہے۔ اس سے آگے نہیں۔ کہتے ہیں فضلائے ارض کے ورا ایک ایسا علاقہ "ہے جو تمام کائنات سے آنے والے کئی

قسم کے شہابوں کا سمِک شعاعوں اور برقی و مقناطیسی تابناکیوں سے آباد ہے۔ مگر فضا ہی میں ایک حفاظتی منطقہ کے ذریعہ زمین کو پتھروں کی طرح برسنے والے ان شہابوں سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ (وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا)۔ البتہ کاسمک شعاعیں زمین تک پہنچتی ہیں اور مختلف قسموں رنگوں اور ذائقوں کے پھولوں اور پھلوں کا باعث بنتی ہیں۔ درحقیقت یہ بین الکواکبی فضا خالی نہیں بلکہ توانائی تابناکی اور کئی قسم کے سریع السیر ذرات سے بھرپور ہے۔ سائنس دانوں کے پاس اس امر کے بالواسطہ ثبوت موجود ہیں کہ اس فضا میں مقناطیسی کانوں اور برقی زندوں کے وسیع نظام ہیں۔

کائنات اپنے مزاج کے اعتبار سے جدت پسند واقع ہوئی ہے۔ یہاں تمام باقاعدہ گردشوں اور اعادوں کے درمیان ہر لحظہ نئی نئی غیر متوقع قسمیں اور صورتیں ظہور میں آتی رہتی ہیں۔ ہر موت نئی زندگی کا پیش خیمہ ہے مگر ہم بسا اوقات غلط فہمی سے آغاز ہی کو انجام سمجھ لیتے ہیں بقول جان پیفر ساری کائنات اعصابی نظام کی مانند ہے جس کا ہر جزو دوسرے سے گہرا تعلق رکھتا ہے اور اس سے متاثر ہوتا ہے۔

قرآن پاک اسٹرانومی (علم کائنات)، یا جیالوجی (علم الارض) کی کتاب نہیں، زندگی کی کتاب ہے۔ مگر چونکہ زندگی کے تمام علوم زندگی ہی کا حصہ ہیں اور اس کے مختلف پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے قرآن پاک میں ایسے اشارے مل جاتے ہیں جو ان میں سے ہر ایک سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر چونکہ کائنات قرآن پاک کا خاص موضوع ہے اور وہ اس کے مختلف مظاہر کو آیات الٰہی سے تعبیر کرتا ہے اور ان پر فکر و تدبیر کی دعوت دیتا ہے اس لئے کائنات کے متعلق اس میں بکثرت اشارات پائے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ امر خاص طور سے ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ تخلیق کائنات اور کائنات کے بارہ میں جدید ترین سائنسی نظریات حرف آخر نہیں اور خود سائنس بھی انہیں حتمی یقین سے پیش نہیں کرتی بلکہ ہر روز نئی تحقیقات کے نئے نتائج سامنے آ رہے ہیں اور ان کی روشنی میں یہ نظریات تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ البتہ

کائنات کے متعلق جو کچھ اوپر آپ پڑھ چکے ہیں اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات پر غور فرمائیے کس طرح دو تین جملوں میں کمال بلاغت اور حسن سے نہایت نپے تلے الفاظ میں کائنات اور زمین کے حقائق بیان کر دیئے گئے ہیں۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ قرآن پاک کا اصل مقصد تخلیق کائنات کی جزئیات بیان کرنا نہیں بلکہ انسانوں کے ذہنوں میں اللہ کا ایمان راسخ کرنا ہے اور وہ ان حقائق کو محض بطور دلیل لا رہا ہے۔

"کیا وہ لوگ جو (اللہ کا) انکار کرتے ہیں (یہ) نہیں دیکھتے کہ آسمان و زمین پہلے ملے جلے تھے (یعنی اجرام سماوی کا الگ الگ وجود نہ تھا صرف بادل سا نیبولائی مادہ تھا جسے دوسری جگہ "دخان" یا دھوئیں سے تعبیر فرمایا) پھر ہم نے ان کو الگ الگ کر دیا۔ (مختلف اجرام سماوی وجود میں آگئے اور یہ زمین بھی) اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ کیا وہ پھر بھی (اللہ پر) ایمان نہیں لاتے۔ اور ہم نے زمین میں بھاری بوجھ (چٹانوں اور پہاڑوں کے) بنا دیئے تاکہ وہ انہیں لے کر جھک نہ پڑے۔ اور زمین میں کشادہ راستے بنا دیئے (شاید وادیاں اور دریا مراد ہوں جو زمین پر چٹانوں کے ساتھ وجود میں آئے) تاکہ لوگ راہ پائیں (ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ سکیں۔ صرف پہاڑ ہوتے تو انسانوں کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا مشکل ہو جاتا۔) اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا (اوپر کے منطقے کے شہاب ثاقب جو وہاں پتھروں کی طرح برستے رہتے ہیں بالعموم زمین تک نہیں پہنچنے پاتے) پھر بھی یہ لوگ کائنات کی آیات سے اعراض کرتے ہیں۔ (کہ کس طرح حق تعالیٰ نے تمام کائنات اس زمین پر حیات عقلی پیدا کی اور اسے محفوظ رکھنے کے سامان کر دیئے) اور (اللہ خالق کائنات) وہ ہیں جنہوں نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ یہ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔" صاف معلوم ہوتا ہے کہ خالق خود بول رہا ہے جس نے یہ سب کچھ تخلیق کیا ہے اور تخلیق کے یہ سارے مرحلے اس کے اپنے ہاتھوں سے نکل چکے ہیں۔

عصر حاضر کے تقریباً تمام سائنسدان اس بات پر متفق ہیں کہ کائنات خود بخود وجود میں

نہیں آگئی بلکہ اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے جس نے اسے کمال حکمت اور انداز سے بنایا ہے کوئی اسے ریاضی دان ذہن (قدیر) کہتا ہے اور کوئی فلسفی ذہن (حکیم) اور کوئی فنکار ذہن (خلاق) اور کوئی ان سب کا مجموعہ۔

اسی طرح اب سائنس دان اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ کائنات ازلی ابدی نہیں بلکہ ایک وقت اس کا آغاز ہوا اور ایک وقت اس کا اختتام ہو جائیگا۔ اسی کو قرآن پاک اپنے شاندار اور موثر انداز میں اس طرح بیان کرتا ہے۔

قیامت کے روز آسمان لکھے ہوئے کاغذات کی طرح لپیٹ لئے جائیں گے۔ جیسے پہلے پہل خلق کی ابتدا ہوئی تھی دوبارہ اسے ویسا ہی کر دیا جائیگا ـــــ زمین پر جو کچھ ہے وہ اس کی زینت ہے۔ پھر اسے چٹیل میدان بنا دیا جائیگا ـــــ علاوہ ازیں اب سائنسدان نہ کائنات کو بے مقصد سمجھتے ہیں اور نہ حیات انسانی کو۔ بلکہ وہ اس کائنات کو کسی نئی کائنات کا پیش خیمہ سمجھتے ہیں اور اسی طرح انسان کی موجودہ زندگی کو بھی اس کی آئندہ برتر زندگیوں کی تمہید خیال کرتے ہیں۔

گویا کائنات کے متعلق جدید سائنسی نظریات ان نظریات کے بالکل قریب آ رہے ہیں جو قرآن پاک اس بارہ میں پیش کرتا ہے یعنی یہ کہ :-

اللہ آسمانوں اور زمین کو نیست سے پیدا کرنے والا ہے۔

کائنات بامقصد ہے اور مدتِ معین کے لئے ہے۔

کائنات کے ارتقاء کے متعلق اب تک سائنس کی جو معلومات ہیں ان کی بنا پر خود سائنسدان اس کے کچھ مدارج قائم کرتے ہیں :-

۱۔ یکساں بچھے ہوئے مادہ میں اتفاقیہ اختلال کی وجہ سے کثافت میں کمی یا بیشی ہوئی۔

۲۔ اس کے نتیجے کے طور پر مادے کے بڑے بڑے تودے سدیم کی صورت میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر فضا میں پھیلنے لگے۔

۳۔ یہ سدیم ستاروں کے جھومٹوں میں بدل گئے۔

۴۔ ستاروں سے سیاروں کی پیدائش ہوئی۔

۵۔ سیاروں سے ستارچے یا چاند نکلے۔

۶۔ کم از کم ایک ستارہ (زمین) پر زندگی کا آغاز ہوا

تخلیق کائنات کے متعلق قرآن پاک کی چند اور آیات یہاں درج کی جاتی ہیں۔ بچے تلے پر شکوہ الفاظ اور ڈرامائی انداز میں حقائق کائنات کا یہ بیان مسحور کن ہے۔ خیال رہے کہ مقصد محض اسرار کائنات بیان کرنا نہیں بلکہ خالق کائنات کی عظمت کی طرف توجہ دلانا ہے۔ حقائق کائنات محض ضمناً بیان ہو رہے ہیں" کہہ دیجئے کہ کیا تم اس ذات سے انکار کرتے ہو اور اس کے لئے شریک بناتے ہو جس نے زمین کو دو ایام (دو دور ن) میں پیدا کیا۔ یہ تمام عالموں کا رب۔ اور بنائے اس "زمین" میں پہاڑ اس کے اوپر اور اس میں برکت ڈالی۔ (اسے حیات کی مختلف انواع کے قابل بنایا) اور اس میں اس کی قوتوں کے اندازے مقرر کر دیئے چار دوروں میں پورا ہوا پوچھنے والوں کو۔

"پس (اس سے پہلے) وہ متوجہ ہوا بلندیوں (آسمان) کی طرف اور وہاں اس وقت دھواں تھا۔ پھر فرمایا آسمان و زمین سے تم (وجود میں) آجاؤ۔ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ ان دونوں نے کہا ہم خوشی خوشی وجود میں آتے ہیں۔ پھر دو ایّام (دو دور ن) میں سات آسمان مقرر کر دیئے اور ہر آسمان کو اس کا امر (قانون، وحی کر دیا (سمجھا دیا) (اس کی گردش کی رفتار کیا ہوگی۔ اس کا مدار کیا ہوگا) اور سب سے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے زینت دی اور اسے باعث حفاظت بنا دیا۔ یہ زبردست اور علیم (خدا) کا مقرر کردہ اندازہ ہے"۔

کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے سات آسمانوں کو کیسے درجہ بدرجہ پیدا کیا اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ۔

"بابرکت ہے وہ ذات جس نے پیدا کئے سات آسمان درجہ بدرجہ۔ تو رحمٰن کی تخلیق میں

کوئی فرو گذاشت نہیں دیکھے گا۔ پھر نگاہ ڈال کیا تجھے اس میں کوئی فرق نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ اس پر اپنی نگاہ ڈال۔ (تیری نگاہ پھر بھی اس میں کوئی نقص نہیں دیکھ سکے گی) بلکہ ناکام و خوار تیری طرف لوٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی۔ (نقص کی تلاش کرتے کرتے تھک چکی ہوگی۔ پھر بھی اسے کوئی نقص نظر نہیں آئے گا۔) اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت دی۔ اور ہم نے بنایا ان کو پتھراؤ شیاطین کے لئے نیز ان کے لیے جہنم کا عذاب تیار کیا۔

"بہت بابرکت ہے وہ ذات جس نے بلندیوں آسمانوں میں ستاروں کے برج (جھرمٹ یا راستے) بنائے۔ اور بنایا اس میں سورج اور روشن چاند۔ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا واسطے اس کے جو اس کی یاد کا خواہشمند ہو یا اس کا شکر گذار بن کے رہنے کا ارادہ رکھتا ہو" (یعنی اللہ کی ان قدرتوں پہ غور و فکر کرنے سے دل میں اللہ کی عظمت جاگزیں ہو جاتی ہے اور انسان اپنی اور کائنات کی قوتوں کا صحیح استعمال کر کے ایسی راہ اختیار کر سکتا ہے جو شکر گذاری کی راہ ہو۔)

"اور ہم نے آسمان کو "سقف محفوظ" بنایا اور پھر بھی اللہ کو نہ ماننے والے لوگ اس کی آیات سے اعراض کرتے ہیں۔ اور اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو۔ ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے"

آیت ۲۳ : ۱۷ میں سات آسمانوں کو سات طرائق (راستے) فرمایا۔ اسی طرح ۵۱ : ۷ میں اس آسمان کی قسم کھائی "جو راستوں سے بھرا پڑا ہے"۔ غالباً یہ راستے سیاروں کے مدار ہیں۔ پہلی آیت سے غالباً ہمارے نظام شمسی کے سات معروف سیارے مراد ہیں۔

۶۵ : ۱۲ میں زمین کو آسمانوں کی طرح فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں آسمانوں سے مراد ہمارے نظام شمسی کے باقی سیارے ہیں۔

قرآن پاک جگہ جگہ کائنات میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور اسے عقلمندوں کا شیوہ گردانتا ہے۔

"یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں واقعی عقلمندوں کے لئے آیات ہیں۔ جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے اللہ کی یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (غور و فکر) کرتے ہیں (اور آسمان و زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرنے والے لوگ ضرور پکار اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے اس (کارخانہ حیات) کو باطل (بے مقصد) پیدا نہیں کیا۔ تیری ذات اس سے پاک ہے (کہ تو کوئی بے مقصد کام کرے۔ اور یقیناً اس کا مقصد حق و باطل کی آویزش اور ان کے ذریعہ ہماری پرکھ ہے) پس تو ہمیں اس سے بچا (کہ ہم اس امتحان میں ناکام رہ کر) عذاب نار کے مستحق ٹھہریں۔

"یہ اللہ ہی کی ذات ہے جو دانوں اور گٹھلیوں کو پھاڑتے (اور ان سے اناج اور درخت اگاتے) ہیں۔ وہی مردہ سے زندہ کو نکالتے ہیں اور زندہ سے مردہ کو نکالنے والے ہیں۔ یہی تمہارا اللہ ہے اس کے ہوتے ہوئے تم کہاں بھٹکے پھرتے ہیں؟ اسی کے حکم سے پو پھٹتی ہے اسی نے رات کو (باعث) سکون بنایا اور سورج اور چاند کو گردش کرنے والے۔ یہی اس غالب اور علیم کا مقرر کردہ قانون ہے اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو بنایا تاکہ تم ان کے ذریعے خشکیوں اور سمندروں کی تاریکیوں میں راہ پاؤ۔ ہم نے علم کے خواہشمندوں کے لئے اپنی نشانیاں کھول کے رکھ دی ہیں اور وہی ہے جس نے تمہیں نفس واحدہ (ایک خلیہ یا امیوبا) سے پیدا کیا۔ پھر تمہارے لئے (اس زمین کو) مستقر اور سونپنے کی جگہ بنایا ہے۔ ہم نے سمجھنے والوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان کر دی ہیں اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا۔ پھر اس سے ہم (زمین میں سے) ہر قسم کے نباتات اگاتے ہیں (پہلے) ہم سبز پتے نکالتے ہیں پھر دانے ایک پر ایک چڑھے ہوئے (یعنی دانوں سے بھرے ہوئے) خوشے۔ اور کھجور کو دیکھو ہم اس کے گابھے سے جھکے ہوئے خوشے نکالتے ہیں اور انگور زیتون اور متشابہ اور غیر متشابہ انار کے باغات پیدا کرتے ہیں اس (باغ) کے پھل کی طرف جب وہ پھل لاتا ہے اور اس پھل کے پکنے کی طرف نظر ڈالو یقیناً ان میں

ایمان لانے والوں کے لئے آیات (نشانیاں) ہیں۔ اور بعض لوگ، اللہ کے ساتھ جنوں کو شریک بناتے ہیں حالانکہ ان (جنوں) کو اللہ نے پیدا کیا ہے (وہ یہ نہیں سوچتے کہ مخلوق کیسے خالق کے برابر ہو سکتی ہے؟) اور بغیر کسی علم کے اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں گھڑتے ہیں پاک ہے وہ اور (اس کی شان) ان باتوں سے بلند ہے جو ایسے لوگ اس کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

وہ آسمانوں اور زمین کو (عدم سے) وجود میں لانے والا ہے اس کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جب اس کی کوئی بیوی ہی نہیں اور اس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر شے کو اچھی طرح جانتا ہے۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر شے کا خالق۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ اور وہ ہر شے کا نگہبان ہے۔ اسے نظریں نہیں پا سکتیں مگر وہ نظروں کو پا لیتا ہے اور وہ باریک بین اور خبیر ہے۔

کائنات بامقصد ہے۔ بے مقصد نہیں۔ یہاں آویزش حق و باطل چلتی رہتی ہے اور بالآخر باطل فنا ہو جاتا ہے گویا ایک لحاظ سے انسانی زندگی کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان یہاں حق کی حمایت کرے اور باطل کی مخالفت کر کے اسے فنا کرے اور اس طرح حق تعالیٰ کے منشائے مبارک کی بھی تکمیل کرے اور اپنی تعمیر کرے۔

"ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (یعنی کائنات کو) کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔ اگر ہم نے اسے لہو بنا ہوتا تو اسے اپنی طرف سے اسی قسم کا بناتے اگر ہم نے ایسا کرنا ہوتا (مگر کائنات کی صورت تو یہ ہے کہ) ہم یہاں باطل کو حق کے سر پہ دے مارتے ہیں۔ اور وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے پھر وہ (باطل) ناگہاں فنا ہو جاتا ہے اور تم پر افسوس ہے کہ تم ایسی باتیں بیان کرتے ہو (کہ کائنات محض کھیل تماشا اور بے مقصد ہے۔"

ایک اور جگہ بھی زندگانی کی مثال بیان فرماتے ہوئے اسے حق و باطل کی آویزش قرار دیا۔

اللہ نے آسمانوں سے پانی اتارا پھر نالے اپنی وسعت کے مطابق اس سے بہہ نکلے۔

پھر سیلاب کے اوپر جھاگ چڑھ آیا۔ اسی طرح سونے یا اور دھاتوں کو پگھلانے سے بھی جن سے لوگ زیورات اور آلات بنانا چاہتے ہیں۔ جھاگ اوپر آ جاتا ہے۔ اس طرح اللہ حق و باطل کی مثال بیان کرتا ہے۔ پھر جو جھاگ ہے وہ ناکارہ جاتا ہے اور جو چیز انسانوں کو نفع دینے والی ہوتی ہے وہ زمین میں باقی رہتی ہے۔ اس طرح اللہ (حق و باطل کی) مثالیں بیان فرماتے ہیں۔

کائنات آیات الٰہی سے بھرپور ہے اور اس میں فکر و تدبر خالق کے قریب پہنچاتا ہے بقول مالٹزبن کائنات میں غور کرنا خالق کے خیالات سے دوچار ہونا ہے اسی لئے عقلمند وہی ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے کائنات پر غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔ اس کے مقصد کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر مقصد کائنات کو سمجھ کر اپنی زندگی اس کے مطابق ڈھالتے ہیں۔ اور اس کے حصول کے لئے اپنی زندگیوں کی بازی لگا دیتے ہیں۔

کائنات حسین اور بامقصد ہے۔ اس کا مقصد قیام حق اور فنائے باطل ہے۔ کیونکہ حق حسین اور باطل قبیح ہے حق منفعت بخش اور باطل ضرر رساں ہے۔ حق سے کائنات کے بیرونی اور اندرونی حسن میں اضافہ ہوتا ہے اور باطل کے فروغ سے داخلی اور خارجی بدصورتی فروغ پاتی ہے۔ فکر و عمل میں حسن ہی انسانی حسن کا کمال ہے اور اسی سے صحیح معنوں میں یہ دنیا حسین بن سکتی ہے۔

بعض ذہنوں میں یہ خلفشار پیدا ہوتا ہے کہ آخر باطل یا قبیح کو پیدا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ حق کے ساتھ باطل لازم ملزوم ہے۔ جیسے ہمت بڑھانے کے لئے خطرات ضروری ہیں اسی طرح نیکی بڑھانے کے لئے بدی کا وجود ضروری ہے۔ باطل کے بغیر حق کا وجود اور انسانی شخصیت کی تعمیر و ترقی ناممکن ہے۔ قریب قریب اسی نکتہ کو بیان کرتے ہوئے مولانا رومی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا کفر کو پیدا کرنا مبنی بر حکمت ہے۔ البتہ ہمارے لئے کفر زحمت ہے۔

کائنات کی ہر چیز انسان کے لئے مسخر کر دی گئی ہے —— سمندروں میں اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب انسان کے لئے مسخر کر دیا گیا ہے —— یہاں تک کہ اللہ نے انسانوں کے لئے رات دن اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے اور ستارے بھی اس کے حکم کے ساتھ مسخر ہیں۔

بالفاظ دیگر انسان میں کائنات کی ہر چیز کو سمجھنے اور اسے کام میں لانے کی صلاحیت رکھ دی گئی ہے۔ اشیائے کائنات کی سمجھ انسان کو داخلی لحاظ سے حق تعالیٰ سے قریب کرتی ہے اور خارجی لحاظ سے ان اشیاء سے متعارف کراتی ہے جس سے اس کی داخلی اور خارجی قوتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لئے کائنات سے گریز عدم دلچسپی اور گوشہ نشینی انسانیت کی نفی ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ علم آفاق کے ساتھ ساتھ علم النفس کو متوازی طور سے چلنا چاہیئے ورنہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی توازن سے محروم ہو جاتی ہے اگر علم النفس نہ ہو تو علم آفاق سے حاصل شدہ قوت کا صحیح استعمال ممکن نہیں اس صورت میں پھر یہ زبردست قوت فروغ باطل کے کام آتی ہے جس سے زمین فتنہ و فساد سے بھر جاتی ہے اور اس طرح دُنیا حسن فکر اور حسن عمل دونوں سے محروم ہوتی چلی جاتی ہے اور علم آفاق کے بغیر محض علم النفس انسان کو بیرونی دنیا سے لاتعلق کر دیتا ہے اور وہ پھر رات دن ذہنی کیفیات کے سرور ہی میں کھویا رہتا ہے۔ کسی چیز کے وجود کا اندازہ اس کے خارجی دنیا پر ردِّ عمل ہی سے ہو سکتا ہے۔ جو شخص یا چیز خارجی کائنات سے بالکل الگ تھلگ ہوگی اس کی قدر و قیمت مشکوک ہو جائے گی ؎

جہاں میں تو کسی دیوار سے نہ ٹکرایا
کسے خبر کہ تو سنگِ خارا ہے کہ زجاج (اقبالؒ)

بلکہ انسان کو علم النفس یا روحانیت سے جو قوت حاصل ہوتی ہے اگر وہ اسے آفاقی قوتوں کو تسخیر کرنے اور حق کی برتری قائم کرنے کے لئے بروئے کار نہ لائے تو ایک طرح سے

اسے بالکل ضائع کرتا ہے۔ بلکہ روحانی کیفیات کی قدر و قیمت کی صحیح پرکھ ہی صاحب کیفیات کا خارجی کائنات میں طرزِ عمل ہے۔

جیسا کہ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں حق کی حمایت اور قیام کے لئے میدان مہیا کر کے انسان کو تعمیر و تکمیل کے مواقع دینا ہی مقصد کائنات ہے۔ اور جو انسان اس مقصد کو اپنا لیتا ہے وہ گویا خالقِ کائنات سے ہم مقصد ہو جاتا ہے یہی وہ مقامِ انسانیت ہے جسے نیابتِ الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی کے حامل کا وہ درجہ ہے جسے "گفتۂ او گفتۂ اللہ" اور "کردۂ او کردۂ اللہ" سے بیان کیا گیا ہے۔

"تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور تو نے ان کی طرف (کنکریوں کی مٹھی یا تیر) نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا"

اور یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہر دم اللہ اور اس کے فرشتوں کی رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔

موجودہ سائنس دانوں میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو کائنات کو ابدی سمجھتا ہو۔ اب ہر سائنس دان یہی کہتا ہے کہ یہ کائنات ایک معین مدت تک کے لئے ہے اور اس کے بعد اس کا خاتمہ یقینی ہے وہ معین مدت کیا ہے؟ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ بعض سائنسدان کہتے ہیں کہ بڑے بڑے ستارے خطرناک طور سے زندگی بسر کر رہے ہیں یعنی کسی وقت ان کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ بعض کہتے ہیں سورج کی گرمی آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے اور ایک دن آئے گا جب وہ اس قابل نہیں رہے گا کہ زمین پر کسی زندگی کو برقرار رکھ سکے۔ قرآن پاک اسی حقیقت کو ان الفاظ میں پیش کرتا ہے: کہ:- قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس ہے ——— البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ جب ظاہر ہوگی ناگہاں ظاہر ہوگی ——— اور کائنات میں اس کی تیاری ساتھ ساتھ ہی جاری ہے ———

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی (غالب)

اس بارہ میں قرآن پاک کا موقف یہ ہے کہ قیامت کے وقت کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیئے بلکہ اس وقت کے برے اثرات سے بچنے میں کوشاں رہنا چاہیئے ——— اس کے وقت کو اسی لئے مخفی رکھا گیا ہے تاکہ لوگ اچھے اعمال پر ہمہ وقتی توجہ دیں ——— البتہ ہے وہ بہت بڑا انقلاب ——— جس سے کائنات کا یہ سارا سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا اور اسے ایسے لپیٹ دیا جائیگا جیسے کوئی لکھا ہوا کاغذ لپیٹ لیتا ہے ——— جیسے ہر انسان کا آخری وقت مخفی رکھا گیا ہے اسی طرح کائنات کا آخری وقت بھی مخفی رکھا گیا ہے۔

لکھے ہوئے کاغذ کی طرح لپٹنے کی بلیغ تشبیہ کا جواب نہیں۔ کیونکہ موجودہ صورت میں کائنات صرف اعمال کے لئے مہلت ہے اور اس کے ختم ہو جانے سے اعمال کی مہلت ختم ہو جائے گی اور ان کے نتائج کے ظہور کا آغاز ہوگا ہر ایک کے اعمال یہاں لکھے جا رہے ہیں۔ یہ تو اب ایک مسلمہ امر ہے کہ انسانی آوازیں ایتھری فضا میں محفوظ ہیں۔ ممکن ہے کسی روز یہ بھی ثابت ہو جائے کہ صرف آوازیں ہی نہیں بلکہ ہماری ہر حرکت یہاں محفوظ ہے بالفاظ دیگر عین ممکن ہے ہر شخص کی پیدائش سے موت تک کی متکلّم فلم یہاں بنتی چلی جاتی ہو اور محفوظ رہتی ہو۔ آج کی آنکھ سے وہ اسے نہیں دیکھ سکتا لیکن ممکن ہے کل نئی زندگی میں اسے ایسی تنظر مل جائے جس کی مدد سے وہ اس فلم کو دیکھ سکے۔

گویا انسان کی موجودہ زندگی کا مقصد تعمیر و استحکام شخصیّت ہے اور کائنات وہ میدان ہے جہاں اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ بقول آر۔ جی گورڈن "انسانی شخصیت کا کام ہی کائنات پر اثر انداز ہونا ہے اور اسی سے کائنات کے ڈھانچے میں انسان کی اہمیّت ہے ورنہ انسانی عمل کے بغیر محض اس ڈھانچے کی کوئی قدر و قیمت نہیں"

یہی مصنف آگے رقمطراز ہے۔ کائنات کوئی ناقابل تبدیل چیز نہیں، بلکہ یہ ایک بہتا ہوا عمل ہے، جو ہر انسانی فعل سے خواہ وہ کس قدر معمولی ہو، بہت جلد اثر انداز ہوتا

ہے۔ (شخصیت ص ۸۸-۲۸۷)

جیسے ہر انسان کی موجودہ زندگی یعنی شخصیت کی تعمیر کے مواقع محدود ہیں اسی طرح اس کائنات کی زندگی بھی جو انسانیت کے لئے جولاں گاہ ہے محدود ہے ایک وقت معین پر کائنات کی یہ بساط لپیٹ لی جائیگی۔ وہ گویا اس امر کا اعلان ہوگا کہ اب انسانیت کی فرصتِ تعمیر ختم ہو گئی۔

---


# اسلام کی بنیادی حقیقتیں

مصنفہ: ڈاکٹر محمد رفیع الدین

اس عنوان کے تحت ادارہ ثقافت اسلامیہ کے رفقاء نے اسلام کی بنیادی حقیقتوں پر بحث کی ہے۔ موضوع یہ ہیں (۱) اساس اسلام از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم (۲) ابدی اسلام از مظہر الدین صدیقی (۳) اصول اسلام از خواجہ عباد اللہ اختر (۴) روح اسلام از ڈاکٹر محمد رفیع الدین

صفحات - ۲۳۲

قیمت - ۳ روپے

# ملفوظاتِ رومی

مترجمہ: عبدالرشید تبسم

یہ کتاب حضرت مولانا جلال الدین رومی کی "فیہ مافیہ" کا اردو ترجمہ ہے جو ان کے بیش قیمت ملفوظات پر مشتمل ہے۔ "فیہ مافیہ" کا نسخہ زمانہ حال ہی میں منظرِ عام پر آیا۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کو اس کا اردو ترجمہ شائع کرنے کا فخر حاصل ہے۔

صفحات - ۳۸۸

قیمت - ۷/۲۵ روپے

ملنے کا پتہ

سکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور